کہانی کوئی سناؤ متاشا...ایک جائزہ

ڈاکٹر کھکشاں پروین

صدر شعبۂ اردو، رانچی یونیورسٹی، رانچی (جھارکھنڈ) موبائل:09835724460

''کہانی کوئی سناؤ متاشا'' صادقہ نواب سحر کا لکھا ہوا ایک منفرد اسلوب کا ناول ہے۔ صادقہ نواب سحر ایک ذی علم باوقار شخصیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے بہت سارے افسانوں کے ساتھ ناول بھی تخلیق کی جن میں ان کی فن کاری کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

''کہانی کوئی سناؤ متاشا'' کو سوانحی ناول قرار دیا گیا ہے۔ اس میں متاشا کی زندگی کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ پورا ناول متاشا کی زندگی کے تلخ جذبات سے معمور ہے۔ یہاں صادقہ نواب نے ناول کے فن کی نزاکتوں کا پورا احترام کیا ہے۔ موضوع کا انتخاب سادہ، مگر حقیقی اور انداز بیان جذباتی ہے۔ خاص طور پر متاشا کے کردار کے بیان میں جبر و استبداد کی مختلف صورتیں پڑھنے والوں کے دل و دماغ میں ایک رقت بھرا احساس پیدا کر دیتی ہیں۔

ناول کا آغاز متاشا کے پردادا کے ذکر سے ہوتا ہے اور متاشا کے بیٹے کی دوست کی کوکھ میں پلنے والے بچے کی آمد پر اس کے احساسات کی عکاسی پر انجام سامنے آتا ہے۔ متاشا کی جب پیدائش ہوتی ہے تو اس کے گھر میں کسی کو خوشی نہیں ہوتی ہے۔ نہ باپ نہ ماں اور نہ کسی اور کو.....

''میں ان کی پہلوٹی کی اولاد تھی میرے جنم پر وہ تین مہینوں تک
مجھے دیکھنے بھی نہیں آئے وہی کہا میری پیدائش پر جیسے سبھی نے
ایک طرح سے سوگ ہی منایا۔''

متاشا کا بچپن مار اور جھڑکیاں کھاتے گزرا، اس نے معاشی تنگدستی کے ساتھ ساتھ پیار کی کمی کو بھی جھیلا گرچہ اس کا معصوم ذہن حالات کے اس رخ کو سمجھنے کا جواز تلاش کرتا رہا، لیکن وقت گزرتا گیا پھر ایک خوفناک واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا۔ جس کا اصل ذمہ دار اس کا باپ تھا، باپ نے اپنی بیٹی کا سودا کیا پھر متاشا زندگی کی تلخیوں میں پوری طرح سے ڈوب گئی۔ یہ تلخی و ترشی اس کی آئندہ زندگی کے خوشگوار ابواب کے آغاز میں آڑے آ گئی، اس وقت اس کا رشتہ یوراج نامی ایک نوجوان سے طے ہوا، لیکن معمولی سی بات پر برگشتہ ہو کر خود متاشا نے اسے توڑ دیا۔ آگے چل کر کئی لڑکوں نے اس سے تعلقات بڑھانے کی کوششیں کیں، لیکن کچھ حالات اور کچھ متاشا کا اپنا ذہن اسے کسی فیصلہ پر پہنچنے سے روکتا رہا۔ پھر معاشی حصولیابی میں وہ الجھ گئی اور اسی درمیان ایک عمر رسیدہ شخص گوتم سے جب اسے سہارا ملا تو پہلی بار وہ پورے تیقن کے ساتھ اس سے رشتہ جوڑنے پر آمادہ ہوگئی یہ جانتے ہوئے بھی کہ گوتم شادی شدہ اور پانچ بچوں کا باپ ہے۔ وہ کامیابی سے ہر رشتہ نبھاتی ہے۔ یہاں تک کہ ناول کے آخر میں دادی بننے کا احساس اسے ایک اور نئی ذمہ داری اور فرض کی زنجیر میں مقید کر دیتا ہے۔

''اب کہی جاؤ گی دادی؟'' یہ فقرہ بڑا معنیٰ خیز اور جذباتی ہے۔

متاشا کو اپنی ان کوتاہیوں کے ازالہ کی ایک صورت مل جاتی ہے جو اس سے اپنے سگے بیٹے دیپو کی پرورش میں سرزد ہوئیں وہ اتنی بکھری ہوئی زندگی گزار رہی تھی کہ اس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس کے وجود سے جڑا سب سے اہم حصہ اس کی بھرپور توجہ کا طلبگار ہے۔ اس کا احساس اسے بعد میں ہوتا ہے اور وہ شکستہ خوردہ ہو جاتی ہے، لیکن دیپو کی آنے والی اولاد اس کے اندر ایک نئی طاقت، زندگی کی حرارت اور حوصلہ جگاتی ہے وہ پھر سے سینہ سپر ہونے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ متاشا کی زندگی کی روداد سے قاری کے ذہن میں کئی سوال ابھرتے ہیں جو سماج اخلاق اور انسانیت سے متعلق ہیں۔ عزت و توقیری کے مفاہیم کہاں کارگر ہوتے ہیں اور کہاں کا عمل و دخل صحیح طور سے ہوتا ہے۔ رشتے کی زنجیریں انسان کو کہاں تک ایمان داری سے باندھتی ہیں اور کیا یہ زنجیر واقعی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے یا اس کی کڑیوں میں بے اصولی، دیانی اور منافقانہ اصولوں کے ذرات شامل ہوتے ہیں۔

متاشا کا بچپن جن نامساعد حالات میں گزرا تھا وہاں پاکیزگی اور سچی محبت و ہمدردی کی تلاش خود فریبی سے کم نہیں تھی۔ متاشا کو وارثت میں شکست خوردگی ملی تھی، اس شکستگی کی ایک صورت بڑی خوفناک تھی اور وہ صورت اس کے باپ کی تھی یہ معتبر رشتہ اس کے لیے ایک سراب ثابت ہوتا ہے۔ وہاں جذبات اور رشتے کی توقیری سے زیادہ اپنی ناجائز ضروریات اہم تھیں۔

جوانی کے اوائل عمری میں وہ اپنے باپ کے ہم عمر موریشو کا کا کی ہوس

کا شکار ہو جاتی ہے اور یہیں سے اس کی ذہنی رفتار میں تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔ وہ اپنے گھر میں ایک ناپسندیدہ شے تھی، اس کی سگی ماں بھی ردعمل میں اس کی بے رحمی سے پٹائی کرتی تھی اور متاشا نے اپنے ننھے سے ذہن میں یہ طے کر لیا تھا کہ صرف جھوٹ اور فریب کے سہارے ہی اس کے محافظ ہیں، اکثر وہ مار سے بچنے کے لیے صفائی سے جھوٹ بول دیتی تھی، لیکن یہی متاشا جب اپنے باپ کے فریب کا شکار ہوتی ہے تو اس کے لیے سچ اور جھوٹ دونوں ایک جیسے ہو گئے۔ ناول میں کہانی آگے بڑھتی ہے تو متاشا کے حالات پڑھ کر قاری کو اس خوشگوار حیرت کا سامنا ہوتا ہے کہ متاشا نے اپنی بقیہ زندگی پوری سچائی سے گزاری، اس نے نہ صرف اپنے سے دوگنی عمر کے مرد کے ساتھ وفا کی بلکہ اپنے سوتیلے بچوں کے ساتھ بھی ایمانداری کا سلوک کیا۔ بچپن میں جھوٹ اور فریب کا سہارا لینے والی متاشا زندگی کی حقیقتوں سے اس طرح ہمکنار ہوئی کہ صحیح معنوں میں وہ ایک عورت کی تقدیس کی مثال بن گئی، اس کی خدمت گزاری، اس کا ایثار، اس کی وفا حالات کے سامنے کبھی سرنگوں نہ ہو سکے۔ بہن بیٹی بیوی ماں اور پھر دادی کا روپ اختیار کرنے میں اس کی تمام خصوصیتیں ہمیشہ کارگر ہیں۔ یہی اس کردار کی عظمت ہے۔

کہیں کہیں یہ سوال قاری کے ذہن میں ابھرتا ہے کہ متاشا نے اپنی زندگی میں آنے والے مختلف لڑکوں کی محبتوں کو پوری سچائی کے ساتھ کیوں نہیں قبول کیا۔ نوعمری کے اثرات اس پر غالب تھے۔ یا کوئی نفسیاتی گرہ پیش قدمی سے روکتی تھی۔ یوراج اور سمیر سے اس نے کیوں منہ موڑا، ان کے گھر والوں کی معمولی غلطیوں کی سزا متاشا نے انھیں کیوں دی۔ کیا اس کا ذہن بھی موریشو کاکے جبر کا شکار ہو چکا تھا۔ کیا اسے اپنے والد کے ناقابل یقین رویے کا دکھ بے حس کر چکا تھا۔ بعد میں یہی متاشا حالات کے تھپیڑوں میں ایسی گھری کہ گوتم نامی شادی شدہ عمر رسیدہ بال بچوں والا آدمی سے شادی کر لیتی ہے۔ کیا وہ گوتم میں اپنے باپ کی وہ شبیہ دیکھ رہی تھی جس کی وہ متمنی تھی۔ یہاں عورت کا مکمل وجود سب سے اہم حیثیت کا حامل ہو گیا ہے۔ عورت کا رومان صرف مرد عورت کے تعلقات پر منحصر نہیں کرتا۔ اس کی فطرت کی رومانیت اس کے وجود کے ہر حصہ سے تعلق رکھتی ہے۔ متاشا کے کردار میں بھی وہ فطری حدت پسندی موجود ہے۔

’’ہم کوئی کتے بلی نہیں ہیں۔ انسان ہیں انسان کی طرح رہیں گے اور آپ کو کوئی شکایت بھی ہوگی ’’من مار کر جیو گی۔‘‘ نہیں کتنی بیویاں ایسی ہوتی ہیں جن کے شوہر گزر جاتے ہیں، وہ تو کسی اور کی طرف دیکھتیں بھی نہیں ایسے ہی زندگی گزار لیتی ہیں۔‘‘

وہ اپنے جذبات واحساسات کی اتنی دست نگر ہے کہ اسے اپنے خاوند گوتم کی پہلی بیوی اور بچوں سے کوئی مسئلہ پیش نہیں آتا بلکہ وہ پوری ایمانداری اور ایثار کے ساتھ ضروریات زندگی کی تکمیل میں جٹ جاتی ہے۔ گرچہ اسے سماج میں تضحیک اور حقارت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ کہانی اس پورے منظر نامہ کا احاطہ کرتی ہے جہاں عورت بظاہر باعزت کہلاتی ہے، لیکن اس کی زندگی کے شب وروز میں کئی رشتے اسے پیشہ وارانہ زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ سلام بن رزاق نے کہا ہے:

’’اس ناول میں سماج میں عورت کے استحصال کی داستان بڑی دلسوز ہے۔‘‘

یہاں عورت کے استحصال کی مختلف صورتیں دکھائی گئی ہیں۔ متاشا اس کی ماں، اس کی دادی یہ سبھی عورتیں کسی نہ کسی طرح استحصال کی شکار رہی ہیں۔ ان میں متاشا سب سے مضبوط کردار بن کر سامنے آئی ہے۔ وقت کی تیز رفتاری اور حالات کی بے رحمی کے آگے متاشا کا بے دست و پا ہونا اور پھر استقلال کا دامن پکڑ کر زمانے کے نشیب وفراز سے الجھتی رہنا اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

متاشا کی زندگی کے کچھ فیصلوں سے قاری کو اختلاف بھی ہو سکتا ہے، لیکن دیکھا جائے تو اس کے سامنے زندگی کی جانی بوجھی راہیں مسدود تھیں، اپنے شوہر کے بچوں کی دیکھ ریکھ اس کی مجبوری نہیں تھی، لیکن وہ جن حالات سے گزر چکی تھی ان کی روشنی میں وہ آئندہ زندگی میں بکھراؤ کی جگہ ایک حد بندی کی خواہش مند تھی، اس کے یہاں مشرقی عورت کی وہ تمام خوبیاں اور روایتی کمزوریاں شامل ہیں۔ اپنی نسائی فطرت کی بدولت اسے معاشرہ میں جو دکھ جھیلنا پڑا اس کی صادقہ نواب نے بڑی دلسوزی سے عکاسی کی ہے۔

متاشا کا بچپن جن حالات میں گزرا وہاں اس نے اپنی ماں کو غیر محفوظ پایا، اس نے اپنی ماں کے لیے کوئی مضبوط چھتر چھایا نہیں دیکھی، وہ ایک مکمل عورت ہوتے ہوئے بھی اپنے شوہر کے ہاتھوں پامال ہوتی رہتی تھی۔ ایسا ہونے میں سماج کے کسی قانون کا کوئی دخل نہیں تھا۔ بلکہ مرد کی اس ازلی سوچ کا گھیرا تھا جہاں متاشا کا باپ مقید تھا وہیں اس کی دادی بھی تھی جو خود بھی استحصال کے کسی نہ کسی پہلو کا شکار رہ چکی تھی، لیکن وہ شکست خوردہ نہیں ہوتی، اس ناول میں اس کی موجودہ حیثیت ایک مضبوط ستون کی طرح ہے وہ اپنی بہو کا ہمیشہ ساتھ دیتی ہے، اور شعوری یا لاشعوری طور پر عورت کے حقوق کی بازیابی کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ اس کردار کو 'دادی' کے نام سے پیش کیا گیا ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عورت کے وجود کی اہمیت اس کے رنگ وروغن اور شباب کی دل آفرینی سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا استقلال وحوصلہ رشتوں کی اہمیت کے ساتھ اپنے وجود کے ثبات پر

زور دیتا رہتا ہے۔

عام انسانی زندگی کئی خانوں میں بکھری پڑی ہے۔ تہذیب، معاشیات رسم ورواج اور سماج کے کئی پہلوؤں کی بھرپور تصویریں اجاگر ہیں،لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ عورت کے لیے ایک مرد کے احساسات ہر پہلو سے آزاد ہوکر صرف ایک نقطہ پر مرکوز ہیں۔

یہ ناول ہندوستان کے سماج کے مروجہ اخلاقیات کے خلاف انسانی فطرت کا عکاس ہے۔انسانی نفسیات کے بہت سارے اسرار ورموز اورخواہشوں کی تکمیل میں جائز وناجائز اصولوں کے آگے سرنگوں ہونے کی تمام کیفیتوں کا صادقہ نواب سحر نے بڑی فن کاری سے احاطہ کیا ہے۔

اخلاقی تصورات سے مزین سماج میں ایسے حالات اور کرداروں کے کچھ افعال پڑھنے والوں کو غیر حقیقی محسوس ہوسکتے ہیں،لیکن سماج ایک ایسا وسیع وعریض میدان ہے جہاں کسی گوشہ کے رہنے والوں میں ضمیر اور قوت ارادی کا فقدان ہوسکتا ہے ہوتا بھی ہے۔یہ ناول ایسی پوری فضا کو سامنے لاتا ہے جہاں ایک عورت اپنی پوری زندگی غیر محفوظ ہونے کے احساس کے ساتھ گزار دیتی ہے۔ایسا کیوں ہے؟

اس سماج میں ایک اصلی باپ ہے جو رشتے کی صداقت کو تار تار کرتا ہے۔ایک سگا چاچا ہے جو رشتے کی بے حرمتی کا خواہش مند ہے اور ایک سوتیلا بیٹا ہے جو اپنی ہوس کو رشتے کے تاروپود میں الجھانا نہیں چاہتا۔ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

”اچانک کاکا نے میرا ہاتھ کھینچا میں بستر پر لڑھک گئی وہ میرے اوپر گر گئے میں نے دھکا مارنے کی کوشش کی،لیکن میں اتنی دبلی پتلی اور وہ ایسے ہٹے کٹے انہوں نے ایک ہاتھ کی کہنی پر ہاتھ دبا کر گردن کی ہڈی پر اسی ہاتھ سے دباؤ ڈالا دوسرے ہاتھ سے میں انہیں مار رہی تھی میں چیختی رہی پاپا کو آوازیں دیتی رہی اور پاپا کے برابر مرد سے اپنی عزت لٹاتی رہی۔“

ایک جگہ متاشا کی سگی کاکی کہتی ہے:

”مجھے یہ بات پہلے سے معلوم تھی کہ متاشا کے لئے انہیں اٹریکشن (کشش) ہوگیا ہے ان کی تو بہت گرل فرینڈ ہیں لیکن یہ بھتیجی!!“

متاشا کی کاکی بھی ایک عورت ہے۔اپنے شوہر کی اس بے ہودگی کے باوجود اس سے کچھ کہہ نہیں پاتی یہ بھی استحصال کا ایک پہلو ہے اس کے علاوہ ’رونق‘ کردار بھی ہے جو سماج کے مروجہ اخلاقیات اور رشتوں کے منافی ہے۔وہ بھتیجا ہوکر بھی ایک مرد وعورت کا رشتہ استوار کرنا چاہتا ہے۔متاشا نہ بھتیجی ہے اور نہ ہی چاچی وہ بس ایک عورت ہے جو نفسانی خواہشوں کی تکمیل کا بہترین ذریعہ سمجھی جاتی رہی ہے۔

اس ناول میں سماج کے مختلف طبقے ان کے رسم ورواج کی بھی عکاسی ہے مختلف مذاہب کے طور طریقے رہن سہن کا علم اس ناول کے ذریعہ ہوتا ہے۔نوجوانی کے اولین دنوں میں ایک عمر رسیدہ مرد کے ہاتھوں متاشا نے جس اذیت کو سہا جس واقعہ سے وہ دوچار ہوئی اس کی مرضی کو کوئی دخل نہیں تھا۔’عورت ذات‘ کی وجہ سے وہ اس جبر کا شکار ہوئی۔خطا اس نے نہیں کی پھر بھی وہ خطاوار سمجھی گئی۔اس احساس نے اسے کسی مرد کی سرپرستی میں جانے سے روکا،لیکن اس کے وجود کے اندر وہ نسائیت چھپی ہوئی تھی جو پیار اور توجہ کی طلبگار ہوتی ہے،اور جب گوتم کی شکل میں اسے ایک مرد کی توجہ اور سہارا ملا تو اس کے وجود کا دائرہ بھی بڑھتا گیا اس نے گوتم کو اپنا سائبان بنالیا اور خود وسیع ہوتی گئی۔کئی زندگیاں اس کے دامن سے وابستہ ہوکر شاداب ہوتی گئیں۔

یہاں یہ سوال بار بار ذہن میں آتا ہے کہ خود کو غیر محفوظ سمجھنا اور کسی حصار میں مقید ہونا ایک عورت کا مقدر ہے یا اس کی فطرت؟

کہانی کارشتہ ہمیشہ زندگی سے رہا ہے اور زندگی انسانی ماحول، حالات اور مختلف صورت حال سے جڑی ہوئی ہے۔بعض اوقات زندگی کے شب وروز میں انسانی خواہشوں کا عمل دخل بڑھنے لگتا ہے تو ان کی تکمیل کے لیے انسان کوئی بھی داؤ کھیلنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ان حالات میں فرد کا اپنا وجود سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ باقی تمام رشتے بے وقعت ہوجاتے ہیں،لیکن جب متاشا کے کردار پر نگاہ جاتی ہے تو یہ بخوبی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کردار پرخلوص احساس کی شدت اور صداقت سے آراستہ ہے۔ متاشا کی خواہشیں برسرپیکار ضرور تھیں،لیکن وہ اپنی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے کسی کا استحصال نہیں کرتی ہے۔نامساعد حالات میں بھی زندہ رہنے کی جیسی جدوجہد اس نے کی وہ انسانی سماج کے مروجہ اخلاق کے اظہار کی نئی جہت بن گئی۔اس کے حصے میں دنیا کا کوئی سکھ تھا ہی نہیں اس کی زندگی ایک جہد مسلسل ہے۔ایک جنگ جو جاری ہے اور یہ جنگ نہ اپنے لہولہان وجود کی بقا کی نہ اپنے حقوق کی بازیابی کی بلکہ رشتوں کی محافظت اور احترام کی ہے۔

صادقہ نواب سحر نے متاشا کی کہانی مختلف عنوان سے ٹکڑوں میں پیش کی ہے یہ تکنیک عام نہیں ہے۔پھر بھی اس کی انفرادیت صادقہ نواب سحر کے اسلوب کو نکھار بخشتی ہے۔عصری آگہی، جدید حسیت کے ساتھ ساتھ تحریروں میں اتنی روانی ہے کہ پیش کردہ ہر واقعہ اور منظر تابناک دکھائی دیتا ہے۔

○○